# ملینیم (۲۰۰۰) کا آغاز

## دن گنے جاتے تھے جس دن کیلئے.......

تحریر: محمد عبدالهادی العمری (برمنگھم۔ برطانیہ)

۲۸/اگست ۱۹۹۹ء کی صبح ہم یورپ کے پایہ تخت برسلز، بلجیم ایک سیمینار میں شرکت کیلئے پہنچے، وہاں ہمارا قیام شہر کے مرکزی علاقہ کے ایک ہوٹل شیراٹون میں تھا۔ رات چہل قدمی کرتے ہوئے ہمارا گزر ایک گھڑی کے قریب سے ہوا جس پر ٹائم کے بجائے دن، گھنٹے منٹ اور سیکنڈ کے ہندسے درج تھے پھر غور سے دیکھا تو ایک عبارت لکھی تھی کہ ملینیم بیسویں صدی کے اختتام اور اکیسویں صدی کے آغاز کے لئے ابھی کتنے دن، گھنٹے اور منٹ بلکہ سیکنڈ باقی ہیں اس خصوصی گھڑی کو کمپیوٹر سے سیٹ کیا گیا تھا جو ہر لمحہ یہ بتا رہی تھی کہ انتظار کی کتنی گھڑیاں باقی رہ گئی ہیں... حالانکہ یہ اگست کا مہینہ تھا، لیکن لوگ ابھی سے اس کیلئے منٹ بلکہ سیکنڈ بھی گننے لگے تھے۔ اس ایک واقعہ سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مغربی ممالک میں اس نئے سال کی آمد کا کس بے تابی سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ اس کے لئے مختلف ممالک نے اپنی صلاحیت اور ذوق کے مطابق تیاری شروع کر رکھی تھی، لندن میں تو کروڑوں پونڈ خرچ کر کے ملینیم ڈوم تیار کروایا گیا تھا۔ یہ صرف مغربی ممالک ہی نہیں بلکہ عرب ممالک اور مشرقی ممالک بھی اس میں کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پیشتر عرب ممالک میں ہونے والی تیاریوں کو دیکھتے ہوئے سعودی عرب کے موجودہ مفتی اعظم کو اس تیاری کے خلاف ایک بیان جاری کرنا پڑا کہ قوم کہاں جا رہی ہے اور اس کا دین و شریعت سے کیا تعلق ہو سکتا ہے اور ایک مسلمان کو ان لغویات سے کس طرح بچنا چاہیے؟

بالآخر مہینے، دن، گھنٹے اور لمحات بیت گئے اور وہ دن شروع ہوا جس کے لئے دن گنے جا رہے تھے اور پوری فضا دیکھتے ہی دیکھتے سرخ و زرد رنگوں کی لپیٹ میں آ گئی اور زمین بجلی اور بادلوں کی طرح گھن گھرج سے لرزنا شروع ہو گئی اور ہر طرف دھواں ہی دھواں دکھائی دے رہا تھا۔ عین اس وقت ہم ریڈیو کے اسٹوڈیو میں رمضان کی مناسبت سے فقہی سوالات کے جوابات دے رہے تھے کیونکہ آج ۲۴ ویں شب تھی اور سامعین کی جانب سے موصول ہونے والے سوالات مہینہ ختم ہونے سے پہلے نمٹانے تھے لیکن پروگرام جاری رکھنا مشکل ہو گیا چاروں طرف طاقتور پٹاخوں کی گونج تھی۔

لندن میں سالِ نو منانے اور دیکھنے کے لئے تقریباً تیس لاکھ آدمی اکٹھے ہوئے تھے۔ برمنگھم میں تقریباً

دس لاکھ آدمی جمع تھے اور دیگر شہروں میں بھی آبادی کا بڑا حصہ اس جشن میں شامل تھا۔ سواریوں کے لئے راستے بند کر دیئے گئے تھے پولیس کے حفاظتی دستے تعینات تھے اور پھر جو کچھ ہوا اسکو بیان کرنے کے لئے قلم میں اتنی طاقت کہاں کہ ان واقعات کو گرفت میں لایا جا سکے... عیش و مستی، شراب اور شباب کے ریکارڈ توڑ دیئے گئے، پاکستان کے تمام بڑے شہروں کے اہم ہوٹل پیشگی بک ہو چکے تھے بلکہ شرفاء کی کوٹھیاں بھی رمضان کی مقدس رات اس غیر شریفانہ جشن کے لئے استعمال ہو رہی تھیں۔ بعض عرب ممالک نے اس رات کے لئے دنیا کے مشہور گانے اور ناچنے والوں کے خصوصی پروگرام مرتب کئے ہوئے تھے... غرض ہر طرف شیطانی ناچ جاری تھا اور عذابِ الٰہی کے بیشتر محرکات جمع تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کہ ہم اس رات عذاب کی زد سے بچ گئے ﴿وربك الغفور ذوالرحمة ،لو يواخذهم بما كسبوالعجل لهم العذاب﴾ ترجمہ: "تمہارے رب کی شان عفور و در گزر اور رحم و کرم ہے ورنہ اگر لوگوں کے اعمال پر عذابِ الٰہی کا فیصلہ ہوتا تو بہت جلد اس پر عمل ہو چکا ہوتا اور عذاب اس طرح آتا ہے کہ لہو ولہب اور عیش و عشرت میں مگن انسانوں کو عین اسی حالت میں تہس نہس کر کے رکھ دیا جاتا ہے" (الکھف :۵۸) ﴿أفأمن أهل القرىٰ أن يأتيهم بأسنا بياتاً وهم نائمون o أو أمن أهل القرىٰ أن يأتيهم بأسنا ضحىً وهم يلعبون o أفأمنوا مكرالله فلا يأمن مكرالله الا القوم الخاسرون o﴾ ترجمہ: "کیا بستیوں کے رہنے والے عذابِ الٰہی سے غافل ہو چکے ہیں، حالانکہ ہمارا عذاب اس وقت بھی آسکتا ہے جب وہ پڑے سو رہے ہوں، اور کیا لوگ عذاب سے بے پرواہ ہیں حالانکہ وہ اس وقت بھی آسکتا ہے جب لوگ دن کے وقت کھیل کود میں مگن ہوں، کیا وہ اللہ کی پکڑ سے بے پرواہ ہو گئے؟ اللہ کی پکڑ سے وہی بے پرواہ ہو سکتا ہے جسکی شامت آچکی ہو" (الاعراف: ۹۷۔۹۸۔۹۹)

یہ رات جس طرح منائی گئی اس کا جواز کسی مذہب یا دین میں نہیں جشن میلاد مسیح علیہ السلام، اگر اسکا کوئی مذہبی پس منظر ہوتا، تو ہونا تو یہ چاہیے کہ عین رات کے بارہ بجے عیسائی عبادت بجا لائیں... لیکن سڑکوں اور بازاروں میں غلط کاریوں میں مشغول ہونا... یہ کہاں کی عیسائیت ہو سکتی ہے؟ اور حیرت ہے مسلمانوں پر جنہوں نے یہ روٹین بنا رکھی ہے کہ سالِ نو کا جشن اسطرح منایا جاتا ہے کہ کم از کم اس دن ان کی زندگیوں سے اسلام نکل جاتا ہے جبکہ اس جشن کی اول تو کوئی حیثیت ہی نہیں... دوسرے مسلمان اپنی عید کا آغاز کلبوں اور پبوں سے نہیں بلکہ عید گاہ سے کرتا ہے جہاں بارگاہِ الٰہی میں سجدۂ شکر بجا لاتا ہے۔ عید کے دن صبح ہی سے اس کی زبان حمدِ باری تعالیٰ سے زمزمہ سنج ہوتی ہے اور عید گاہ کے لئے روانگی سے قبل مفلوک الحال انسانوں کا خیال کرتے ہوئے ان کے لئے صدقۃ الفطر ادا کرتا ہے تاکہ آج کی اس خوشی میں کوئی غریب اور کوئی مفلس شامل ہونے سے محروم نہ رہے... کتنا

ہے، پاکیزہ اسلام کا تصور عید! کہ عام دنوں سے زیادہ اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری کا اہتمام کیا جاتا ہے... لیکن تعجب ہے اس پاکیزہ دین کے ماننے والے جیالوں کی دین فراموشی پر کہ اس کفر و ضلالت کے سیلاب میں وہ اس طرح بہہ رہے ہیں کہ گویا ان کا اپنا کوئی وزن نہیں... گویا ان کی اپنی کوئی شناخت نہیں... گویا ان کی اپنی کوئی تہذیب و ثقافت نہیں... دوسروں کی رہبری کرنے والی امت خود ان کی نقالی پر فخر کر رہی ہے... الحاد اور بے دینی کے گڑھوں میں گرنے والوں کو تھامنے کے بجائے خود بے دینی کی کھائی میں گر رہے ہیں ﴿الله يستهزیء بهم ويمدهم في طغيانهم يعهمون﴾ ترجمہ: ''لن حق ناشناساؤں کو سرکشی کے پورے مواقع دیئے جاتے ہیں تاکہ حجت پوری ہو جائے اور پھر تباہ و تاراج کر دیئے جائیں''۔ (البقرۃ: ۱۵)

سابقہ قوموں کی تباہی کی داستانوں پر نگاہ ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ ان ہی عیش و مستیوں کے باعث کتنی قومیں تباہ کر دی گئیں، فرعونیوں نے اپنی طاقت کا غلط استعمال کیا حق و صداقت کا مقابلہ اپنی خوشحالی سے کرنے لگے اور ان نعمتوں پر ناز کرتے ہوئے مفلوک الحال لیکن راسخ العقیدہ مومن بندوں کا مذاق اڑاتے رہے اور اس جذبہ تفاخر وانانیت نے انہیں اس قدر اندھا کر دیا کہ فرعون یہ دعوی کر بیٹھ ﴿أنا ربكم الاعلى﴾ کہ کوئی روئے زمین پر بندگی کے قابل ہو تو میرے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟'' بالآخر ان مغروروں کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کر دیا گیا، قارون جس نے بے پناہ دولت کے خزانے جمع کر رکھے تھے اور وقتاً فوقتاً اپنی دولت کے مظاہرے کیا کرتا ایک دن وہی خزانے اور دولت اسکی تباہی کا باعث بنے اور وہ بھی اسطرح کہ اس کی موت نمونہ عالم بن گئی۔ زمین پھٹی اور وہ اپنی دولت سمیت اس میں دھنسا دیا گیا... جنہوں نے کل اس کی دولت کا شو دیکھ کر کہا تھا: ﴿يٰليت لنا مثل ما أوتي قارون، انه لذو حظ عظيم﴾ ترجمہ: ''کیا ہی خوشی نصیب ہے قارون، کاش! ہمیں بھی اس کی دولت کا کچھ حصہ مل گیا ہوتا''۔ آج اس کی تباہی دیکھ کر وہی لوگ کہنے لگے: ﴿ويكأن الله يبسط الرزق لمن يشاء من عباده ويقدر، لولا أن منّ الله علينا لخسف بنا﴾ ''کہ وہ تو بڑا ہی بد نصیب نکلا، جس نے اللہ کی دی ہوئی دولت کا غلط استعمال کیا، اب ہم جان چکے ہیں کہ یہ تو حکمتِ الہی ہے کہ مال کسی کو زیادہ اور کبھی کسی کو کم دے اگر ہم پر اللہ کا احسان نہ ہوتا تو ہم بھی قارون کی طرح زمین میں دھنسا دیئے گئے ہوتے''۔ (القصص: ۸۲)

قومِ سبا کو ایک ایسا زمینی حصہ ملا تھا جو اپنی زرخیزی اور شادابی کے باعث ہر طرف سبزہ زار بنا ہوا تھا، اعلی اور عمدہ پھلوں سے لدے درخت، راہداریوں تک میں پائے جانے لگے تھے۔ خوشحالی اور امن و امان کا ماحول تھا، لیکن اللہ کے اس لطف و کرم پر انکی ناشکری اور مستی غالب آگئی جس کے بعد اس ناشکری کی وجہ سے قوم کو ہر قسم کی نعمت سے محروم کر کے مفلس اور کنگال بنا دیا گیا، جو دانہ دانہ کے محتاج ہو گئے..... بقیہ صفحہ نمبر: ۴۸